محبتِ رسول ﷺ
شرطِ ایمان
شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
تلخیص و تحشیہ
محمد یحیٰ انصاری اشرفی
شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص و تحشیہ
محمد یحیی انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

﴿ بہ نگاہ کرم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : محبت رسول شرط ایمان (تلخیص: محبت رسول روح ایمان)

تصنیف : شیخ الاسلام رئیس المحققین مفتی اعظم علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

مرتب : محمد یحیٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے (☆☆☆☆☆☆☆) ملیں سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح و اضافت ہے

تصحیح و نظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدر آباد (دکن)

اشاعت اول : جنوری ۲۰۰۵

تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت: 20 روپیے

ملنے کا پتہ

مکتبہ انوار المصطفیٰ

۲۲-۲-۷۵/۶، مغل پورہ، حیدرآباد (دکن)

MAKTABA ANWARUL MUSTAFA

Moghalpura, Hyderabad - A.P.

☆ مکتبہ اہل سنت و جماعت، عقب قدیم اچار گھر، مسجد چوک، حیدر آباد۔

☆ سیدی اینڈ سنس، پتھر گٹی، حیدر آباد۔

☆ کمرشیل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد۔

☆ مکتبہ عظیمیہ، پنج محلہ، نیو بس اسٹانڈ چار مینار۔

☆ جامع مسجد محمدی گشن باغ، حیدر آباد۔

☆ کاظم سیریز تالاب کٹہ، حیدر آباد۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدِنَا بِاَحْمَدًا
اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجِّدًا صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا
صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پکارے تم ہمارے ہم تمہارے
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

مُحبّت رَسُول

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی' میرا ایمان بھی روحِ ایمان بھی
مہبطِ وحیِ آیات بھی اور قرآن بھی' روحِ قرآن بھی

نور و بشری کا یہ امتزاج حسین جیسے انگشتری میں چمکتا نگیں
عالمِ نور میں نورِ رحمٰن بھی' عالمِ انس میں پیک انسان بھی

نہ نبی کو ملی وسعتِ دم زدن نہ ملک کی زباں کو مجالِ سخن
طامع اللہ وقتٌ سے ظاہر ہوا ہے تمہارے لئے ایک وہ آن بھی

مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ
دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی' عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی

کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا' رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی' عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی

ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا' یہ بتا طائر سدرۃ المنتہیٰ
ہے تیرے سامنے عالمِ کُن فکاں' تو نے پائی کسی میں مری شان بھی

بولے یہ حضرت جبرئیل امیں' اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہو ترا مثل کوئی کبھی اور کہیں' رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

فہرست مضامین

جماعتِ اہلحدیث کا فریب : جماعتِ اہلحدیث کا نیا دِین

اہلحدیث اور شیعہ مذہب

اہلحدیث دورِ جدید کا ایک نہایت ہی پُرفتن بدعقیدہ' دہشت گرد' وحشتناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے انگریزوں نے جاگیر' مناصب اور نوابی دے کر اس باطل فرقے کے ہاتھ میں آزادی مذہب اور عدم تقلید کا جھنڈا تھما دیا تھا۔ اہلحدیث کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار نظریات وافکار اور صحابہ کرام' تابعین عظام' محدثین ملت' فقہائے اُمت' اولیاء اللہ' ائمہ دین' مجتہدین ومجددینِ اسلام اور اسلاف صالحین کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ تفسیر بالرائے' احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح' خود ساختہ عقائد ومسائل' انکار فقہ اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی وبکواس اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے

مذہب اہلحدیث کے خصوصی عقائد ومسائل اور پوشیدہ رازوں سے واقفیت کے لئے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کا مطالعہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الأنبیآء والمرسلین
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین .... أما بعدُ

ایمان کے معنی

☆☆☆☆☆☆

ایمان کے لغوی معنٰی ہیں 'امن دینا' شریعت میں ایمان اُن اسلامی عقائد کا نام ہے جنہیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے یعنی تمام اُن چیزوں کو ماننا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ لائے۔ ایمان کہتے ہیں 'التصدیق بما جاء النبی ﷺ' دل کی سچائی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی جملہ ہدایات کو مان لینا ایمان ہے۔

گویا ایمان کا اولین مرحلہ نبی کی تصدیق ہے کہ ایمان کا داعی اول سوا نبی کے کوئی نہیں 'امنوا باللہ' کی صدا بلند کرنے والا نبی کے علاوہ کون ہے۔ پس ایمان نبی ہی سے ملتا ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے کہ جس نے حضور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے تمام امور کی تصدیق کر دی وہ مومن ہو گیا اور جس نے دل سے نہ مانا وہ مومن نہیں' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ﴿أُولَٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ (المجادلہ/۲۲) یہ ہیں وہ لوگ جن کے دِلوں میں (اللہ نے) ایمان ثبت فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد فرمائی۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوٓا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ﴾ (المائدہ/۴۴) اے رسول: آپ اُن لوگوں کی وجہ سے غمگین نہ ہوں جو کفر میں تیزی سے دوڑتے ہیں' اُن میں سے جنہوں

نے اپنے منہ سے کہا، ہم ایمان لائے، حالانکہ اُن کے دل مومن نہیں۔

طبقہ منافقین کی بنیاد، یہی کیفیت ہے کہ وہ زبان سے تو ایمان کا اعلان کرتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں بھی شریک ہوتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لاتے۔ جس کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اُس کا علم دیا۔ منافقوں کے نام تک بتا دیئے تاکہ مسلمان اُن کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔

دینِ اسلام کی کسی مشہور و معلوم بات کا انکار کرنا یا اُس میں شک کرنا یا کسی شرعی حکم کا مذاق اڑانا یا کسی سنت کو ہلکا جاننا یا مذاق میں کوئی کفریہ جملہ بولنا کفر ہے۔

حضرت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **الایمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب** ایمان زبان سے اقرار اور دِل سے پختہ یقین کرنے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کا قلبی طور پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔۔ ان دونوں چیزوں کا زبان سے اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ دل سے یقین کرنا ایمان کی حقیقت ہے اور زبان سے تصدیق کرنا ایمان کی علامت ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔۔ زبان کے اقرار کے بغیر دل کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ ظاہری احکام کا جاری کرنا زبان ہی کا کام ہے اگر کوئی انسان گونگا ہو یا کوئی شخص زبردستی سے کلمہ کفر کہلائے مگر اُس کے دل میں ایمان ہو مگر قلبی یقین کے باوجود اُسے زبانی اقرار کی فرصت نہیں ملی اور اس سے پہلے ہی موت نے آلیا تو ایسی صورت میں زبانی اقرار شرط ایمان نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

ایمان ایک نہایت ضروری چیز ہے مومن کی زندگی کا آغاز ہی ایمان سے ہے۔ ایمان اگر نہیں تو اُسے آپ انسان تو کہہ سکتے ہیں مومن نہیں کہہ سکتے۔ ایمان یعنی حضور ﷺ کی لائی ہوئی چیز کی تصدیق اُس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک لانے والے کی تصدیق نہ ہو جائے۔ **لاالٰہ الا اللہ** دعوت ہے **محمد رسول اللہ** داعی ہیں۔ **لاالٰہ الا اللہ** کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مثالی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ سب نے کہا' صادق و امین۔ سچے دیانتدار ۔۔الغرض بہت تعریف کردی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمھیں تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے؟ سب نے کہا کہ آپ کبھی جُھوٹ نہیں بولے' آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو' تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خُدا کو مان لو۔ **قولوا لاالٰہ الا اللہ تفلحوا**۔۔ **لاالٰہ الا اللہ** کہو' فلاح پا جاؤ گے۔ حضور ﷺ نے **لاالٰہ الا اللہ** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ **لاالٰہ الا اللہ** دعوت ہے **محمد رسول اللہ** داعی ہیں **لاالٰہ الا اللہ** ہدایت ہے **محمد رسول اللہ** ہادی ہیں **لاالٰہ الا اللہ** ذکر ہے **محمد رسول اللہ** ذاکر ہیں۔ **لاالٰہ الا اللہ** ارشاد ہے **محمد رسول اللہ** مُرشِد ہیں **لاالٰہ الا اللہ** کلام ہے **محمد رسول اللہ** متکلم ہیں۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔ رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ذات رسالت ﷺ کو منواؤ

اور سمجھاؤ۔۔ پھر لوگ اللہ تعالیٰ کو خود ہی مان لیں گے۔ رسالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی توحید کی دعوت کو قبول کیا جائے گا۔ اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کی عظمت ورفعت کو نہیں منوایا جاتا بلکہ صرف لاالہ الا اللہ کو سمجھانے اور منوانے پر زور دیا جاتا ہے' وہ طریقہ خود ایک بدعت ہے اور وہ بھی بدعت سیۂ ۔۔ **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضىٰ بان تصلى عليه** ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم قول کو مانو' قائل کو نہ مانو۔ ہدایت کو مانو' ہادی کو نہ مانو۔ ارشاد کو مانو' مرشد کو نہ مانو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دعوت کو مانو' داعی کو نہ مانو۔۔ اس لئے اسلام کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کو منوا دے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے ماں باپ' اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری ومسلم)

رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہوسکتا' ایمان کے اندر کمال نہیں ہوسکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

امام اہلسنت اعلحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان' وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مومنِ کامل کے ایمان کی نشانی اور پہچان یہ ہے کہ اُس مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں گے' خواہ وہ باپ یا بیٹے ہوں جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یا وہ دوسرے لوگ ہوں جن سے طبعاً محبت ہو یا اختیاراً محبت کی گئی ہو۔

'احبیّت' سے مُراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پر ترجیح دی جائے۔ بایں طور کہ آپ کے دینِ پاک کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں لازمی طور پر اپنائے رکھا جائے' آپ کی سُنّت کی اتباع کی جائے' آپ کی بارگاہِ قدس کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے اور آپ کی رضا کو زندگی کا نصب العین بنالیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی محبت کا تقاضہ یہ ہو کہ اپنی جان کو قربان کردیا جائے یا اپنے چہیتے بیٹے اور شفیق باپ' نیز کسی محبوب شخص یا محبوب و پسندیدہ چیز سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرلی جائے تو اس میں بھی کوئی تأمل نہ کیا جائے' جیسا کہ اَجلۂ صحابہ کرام نے کر کے دکھادیا۔

'ایک روز بہت سے صحابہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ اے عمر تمہارا کیا حال ہے صرف مجھی کو دوست رکھتے ہو یا میرے سوا کو بھی؟ حضرت عمر نے عرض کی کہ محبت مشترک ہے' آپ کو بھی محبوب رکھتا ہوں اور

اپنی جان' اپنے بچوں اور مال و دولت کو بھی۔ یہ سُن کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اُن کے دل پر ایک خاص توجہ ڈال کر تصرف فرمایا اور پھر دریافت فرمایا' اَب کیا حال ہے۔ اپنے کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت عمر نے جواباً عرض کیا کہ میرے دِل سے اہل و مال کی محبت تو ساقط ہوگئی مگر جان کی محبت ابھی باقی ہے اور بے شک آپ میرے نزدیک میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان رہنے والی میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں (یا حضور نے یہ فرمایا کہ) تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن (یعنی مومن کامل) ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بنالے۔ پھر آپ نے دوسری بار حضرت عمر کے سینے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا اَب کیسے ہو؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اَب میرے دِل میں کسی اور کی محبت نہیں رہ گئی اَب صرف آپ کی محبت ہے جو میرے دل کے ہر ہر گوشے میں سمائی ہوئی ہے' یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اُس وقت حضور ﷺ نے فرمایا **اَلآنَ یَاعمر تَمَّ اِیْمَانَکَ** اے عمر اَب جا کے تمہارا ایمان مکمل ہو گیا (بخاری شریف' مرقات' اشعۃ اللمعات)

سرکارِ نبوت' حضرت عمر سے سوال و جواب کر کے اُن کو اور اُن کے سوا دیگر حاضرین کو یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ جب تک میری طرف طبیعت کا میلان جان اور اہل و مال کی طرف طبعی میلانات پر غالب نہ ہوگا' اُس وقت تک کما حقہٗ کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا۔

فیوض الباری شرح صحیح البخاری میں حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی اشرفی (خلیفہ مخدوم المشائخ سیدنا مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں: "تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھ کو ساری کائنات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ اس کا مطلب قطعاً یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان کا پایا جانا ناممکن ہے۔ ہر شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست کی دولت دی ہے وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی ایمان میں داخل ہو اور بغیر اُس کے مانے آدمی مومن نہ ہوسکے، اُس کی محبت ساری کائنات سے زیادہ ضروری ہوگی۔ ماں، باپ، اولاد، عزیز و اقارب کے انسان پر حقوق ہیں اور اُن کا ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اُن سب کو بھول جائے اور اُس کے دِل میں اُن کے لئے بالکل محبت و اُلفت باقی نہ رہے اور اُن سب سے بے تعلق ہوجائے تو اُس کے ایمان میں خلل نہ آئے گا۔ کیوں کہ ایمان لانے میں ماں باپ، عزیز و اقارب کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے۔ جب تک **لاالہ الا اللہ** کے ساتھ **محمد رسول اللہ** کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔ تو اگر اس کا رشتۂ محبت حضور اکرم ﷺ سے ٹوٹا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوگیا، کیونکہ تصدیقِ رسالت محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے اسلام میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو سارے عالم سے زیادہ ضروری اور اسلام و ایمان کی شرط اول قرار دیا گیا۔

مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی (خلیفہ شیخ المشائخ سیدنا اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان) فرماتے ہیں: "یہاں پیار سے مُراد طبعی محبوب ہے نہ کہ صرف عقلی، کیوں کہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی اُلفت ہوتی ہے۔ یہ ہی محبت حضور ﷺ سے زیادہ ہونی چاہیے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہر مومن کو حضور ﷺ جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مُرتد اولاد،

بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں اور حضور ﷺ کی عزت پر جان نچھاور کر دیتے ہیں۔

حضور ﷺ اگر کسی کو حکم دیں کہ وہ اپنے کافر ماں باپ اور بچوں کو قتل کر دے یا یہ کہ کفار سے یہاں تک لڑے کہ خود شہید ہو جائے تو وہ اسی کو اپنانے کو پسند کرے اور اسی کو اختیار کرنا محبوب رکھے' اس لئے کہ اُسے علم ہے کہ سلامتی حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہی میں ہے۔

عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ قدس سرہ' فرماتے ہیں: 'محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کر لے اور وہ بھی کرے محبوب جس کا حکم دے اور وہ بھی کرے جو محبوب چاہے اگرچہ حکم نہ دے' نیز محبوب جو جو چاہے کسی میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے اور ایسی بات ہرگز نہ کرے جس سے محبوب نے روک دیا ہو اور منع کر دیا ہو'

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب محبوب کی موافقت اس کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں صورتوں میں کرے۔

یقیناً یہی محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوب سامنے ہو یا نہ ہو' دونوں صورتوں میں اُس کی کامل موافقت کی جائے۔ شیخ المشائخ سیدنا ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی قدس سرہ' کا ارشاد ہے: 'محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کو اپنی ہر ہر چیز کا مالک بنا دے اور اپنے لئے اپنی طرف سے کچھ باقی نہ رکھے'

یعنی مُحِب اپنے محبوب کو اپنے ارادوں' اپنے عزائم' اپنے افعال' اپنی ذات' اپنے اموال اور اپنی موجودہ حالت کا پورا مالک بنا دے اور اُن تمام کو اُس کی مرضی کے لئے وقف کر دے اور اسی کی مرضی اور اسی کی پسندیدہ چیزوں سے راضی رہے' اُس کے سوا کسی اور کی مرضی پر نظر نہ کرے۔

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب ماسویٰ المحبوب کو اپنے دل سے بالکلیہ مٹا دے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات کو بھی فراموش کر دے اور ظاہر ہے کہ کمال

محبت کا تقاضہ یہی ہے' کیونکہ اگر دِل میں محبوب کے سِوا کی بھی گنجائش رہی اور دل غیرِ محبوب کا بھی مسکن رہا تو یقیناً محبوب کی محبت خالص نہیں ہوسکتی اور اس میں کسی نہ کسی طرح کی ملاوٹ ضرور رہے گی جو شانِ محبت کے خلاف ہے۔

رسول کریم ﷺ کو چاہنا ایمان ہے اور سب سے زیادہ چاہنا کمالِ ایمان ہے۔ یہ ایک ایسی منصوص حقیقت ہے جو ہر طرح کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ نبی کی محبت ہی ایمان ہے اور ایمان ہی نبی کی محبت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے بے تعلق ہو جانے کا نام کفر ہے۔۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ کوئی نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے بے تعلق ہو' وہ کافر نہ ہو' اور جو کافر ہو' وہ نبی کریم ﷺ سے بے تعلق نہ ہو۔

﴿والذین اٰمنوا اشدُّ حُبا للّٰہ﴾ ایمان والے اللہ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ایمان نام ہے اللہ کی محبت کا۔ اللہ کی محبت سے رسول کی محبت کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اُس دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آ ہی نہیں سکتی جہاں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اور رسول کے ذکر کو ایک بتایا ۔۔ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو ایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو ایک بتایا۔ عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کو ایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کو ایک بتایا۔ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان ہے اور الگ کرنا کفر ہے (تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں) اللہ رسول کی محبت میں تفریق نہ کرنا۔

﴿والذین اٰمنوا اشدُّ حُبا للّٰہ﴾ ایمان والے اللہ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ایمان مِلا ہے رسول کی محبت سے ۔۔ تو رسول کی محبت کا نام ایمان ہے۔ اللہ کی محبت کا نام ہے ایمان کا نتیجہ۔ رسول کی محبت ہے جڑ۔۔ اللہ کی محبت ہے ثمر۔ تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ درخت ہی نہ ہو اور پھل ہو جائے۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول کی محبت نہ ہو اور ایمان مل جائے۔

☆☆☆☆☆☆

محبتِ رسول کا ثمر :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا' تو نے قیامت کے لئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے؟ تو اُس شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ: نہ بہت نمازوں' نہ بہت روزوں' اور نہ بہت صدقات کو توشہ بنایا ہے (نماز' روزہ کا کوئی بڑا ذخیرہ تو میرے پاس نہیں ہے)' لیکن مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ بہت محبت ہے' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' تیرا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے (یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت' تجھے میری معیت و سنگت حاصل ہوگی) **المرء مع من احب وانت مع من احببت**

(بخاری شریف' ترمذی)

صحابیِ رسول کا عقیدہ دیکھو۔ محبوب کریم ﷺ نہ تو مجھے اپنی عبادات' نمازوں اور روزوں پہ ناز ہے اور نہ ہی اپنے صدقات و خیرات کو سامانِ آخرت سمجھتا ہوں' مجھے تو فقط ایک ہی سہارا ہے **اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** کہ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میرے سینے میں جلوہ گر ہے' تو آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا جس سے پیار ہوگا وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ اُٹھے گا' چونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اس لئے قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہوگا۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی رحمتِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اُسی کی قبول ہوں گی جس کے دل میں محبتِ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کی جلوہ گر ہوگی۔

بے حُبّ مصطفیٰ تو عبادت حرام ہے　　　زاہد تیری نماز کو تیرا اسلام ہے

پھر جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، وہاں محبت کا کیا کام!۔۔نماز تو وہ نماز ہے جو تصورِ محبوب ﷺ میں گم ہو کر پڑھی جائے۔

ایمان ہے جس کا نام وہ حُبّ رسول ہے
جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے

بجز حُبّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا
خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کو جنت میں اُن کی رفاقت باسعادت کی خوشخبری سُنا رہی ہے۔۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں **من احبّنی کان معی فی الجنة** جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب یہ خوشخبری ہم نے سُنی تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔۔اسلام لانے کے بعد آج تک کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج ہم آپ کا فرمان سُن کر ہوئے کہ محبت کرنے والا محبوب کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔۔اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجد میں آگئے اور کہنے لگے: **انا احب النبی ﷺ وابا بکر وعمر وارجو ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم** اگرچہ میں اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل نہیں کر سکا مگر میں حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور امید ہے کہ اسی محبت کی بناء پر اُن کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔(بخاری شریف)

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کے وصال کا وقت آتا تو وہ افسوس کرنے والوں سے کہتے کہ خوشی کرو ہماری ملاقات اپنے محبوب سے ہونے والی ہے۔ وہ بجائے آنسو بہانے کے مسکراتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں پہنچ جاتے۔

معیارِ محبت :

کچھ لوگ دعویٰ محبت تو کرتے ہیں اور ساتھ ہی محبوبِ دو جہاں ﷺ کے عیوب ونقائص بیان کرتے ہیں، حالانکہ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جہاں محبت ہوگی، وہاں تنقید وتنقیص نہیں ہوگی، اور جہاں تنقید ہو، وہاں محبت نہیں ہوگی۔ یہ تو عام لوگوں کی محبت کا معیار ہے اور یہ اس محبوب پاک ﷺ کی بات ہے جس میں عیوب ونقائص کا ہونا ممکن ہی نہیں ۔۔ بہرحال محبت ہو تو عیب میں بھی حُسن نظر آتا ہے، تو پھر جن کو بے عیب میں عیب نظر آئے وہ لوگ اپنے دعویٰ محبت میں کیسے سچے ہو سکتے ہیں!

اگر ہمارے دِل محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ہوں گے تو پھر محبوب پاک کی ہر ادا پسند آئے گی، پھر اسی محبت کی بدولت سرکارِ دو عالم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اپنے لباس، سیرت وکردار کو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے مطابق بناؤ، مگر جب حُبِّ رسول اللہ ﷺ دِلوں میں موجزن ہو جائے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ عاشق خود بخود اپنے محبوب کا مطیع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں فرمانِ محبوب کو مقدم رکھتا ہے، حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اپنے محبوب پر قربان کر دیتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہان فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ/۲۴) اے حبیب! آپ فرمایئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے لوگ معاشرے والے (کنبہ) اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تم کو خوف ہے اور وہ مکانات جو تم پسند کرتے ہو' تم کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب) لائے ۔ اور اللہ تعالیٰ اُس قوم کو ہدایت نہیں دیتا جو فاسق (نافرمان) ہے۔

قاضی عیاض مالکی شفاء شریف میں اس آیت کی توضیح فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی محبت کے لازم ہونے اور اس کی اہمیت کے اظہار کے لئے یہ آیت کافی ووافی ہے۔۔ نیز اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس محبت کی اصل مستحق ذاتِ نبوی ﷺ ہی ہے اور مزید یہ کہ اس آیت کریمہ سے ترغیب وتنبیہ بھی ملتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اولاد اور اپنے مال کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر فوقیت دی اُن کو رب کریم نے سرزنش اور تنبیہ بھی فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے' تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا'

اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ اس بات کی شہادت فراہم کررہے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان واسلام کے دعوے کرنے والوں کو

بارگاہِ الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور یہی لوگ بظاہر مسلمان ہونے کے باوجود فاسق اور گمراہ ہیں۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ہر طرح کے بندھنوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن میں انسان اپنے آپ کو اپنی فطرت اور ضرورت کے باعث بندھا ہوا پاتا ہے۔ ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے اور اولاد کی اپنے ماں باپ سے' بھائی بہنوں کی باہمی اُلفت' میاں بیوی کا گہرا تعلق' یہ سب انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔ مال' کاروبار اور مکانات وغیرہ سے انسان کا لگاؤ اس لئے ہے کہ وہ زندگی بسر کرنے اور اُسے عزت و آرام سے گزارنے میں اُن کا محتاج ہے۔ دینِ اسلام کیونکہ دینِ فطرت ہے وہ انسان کے طبعی تقاضوں اور اس کی ضروریات کا مناسب خیال رکھتا ہے اس لئے اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سرے سے یہ محبت کے رشتے توڑ ڈالے جائیں اور اُن چیزوں کی طرف سے بالکل توجہ ہی ہٹا لی جائے۔ لیکن کیونکہ انسانی زندگی کی غرض و غایت صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ ان سے بہت آگے اور بہت بلند ہے اس لئے انسان کو انہی تعلقات اور انہی اشیاء میں کھو جانے سے روکا ہے اور حکم دیا کہ بیشک ان اشیاء سے محبت و پیار کرو لیکن صرف اس حد تک جبکہ یہ چیزیں تمہاری رُوحانی ترقی میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم کی محبت اور عشق سے نہ ٹکرائیں۔ ایثار و شہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں۔ اگر کبھی ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے آگے نکل جاؤ تب تم اپنے آپ کو ایماندار کہلانے کے حقدار ہو۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں کیا چیز ہے لوح و قلم تیرے ہیں

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے   ہے اسی میں اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی کیا ہے جس کی طبیعت شریعت اسلامی کی پابند نہ ہو۔۔ یہ نعمت بجز اولیاء کاملین کی صحبت کے نصیب نہیں ہوسکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایمان کا لطف ہی تب آتا ہے جب دِل میں اللہ اور اُس کے رسول کا عشق شعلہ زن ہو۔ اس وقت یہ ساری زنجیریں خود بخود پگھل جاتی ہیں اور سارے حجاب تار تار ہو جاتے ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ عورتیں اپنے شوہروں کے سر بُریدہ جسم دیکھ کر سجدہ شکر ادا کرتی ہیں اور بہنیں دُعائیں مانگتی ہیں کہ اے الہٰ العٰلمین ہمارے بھائیوں کو شہادت نصیب فرمانا۔

حلاوتِ ایمان کی شرط :

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان سے لُطف اندوز ہوگا (۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ اُس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) اگر کسی سے محبت ہو تو صرف اللہ کے لئے ہو (۳) اور کفر پر رجوع ہونے کو اسی طرح ناپسند جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو جانتا ہے (صحیح بخاری)

کامل محبت کی شرائط :

خالص محبت کا تقاضا اور حقیقی پہچان یہی ہے کہ مُحب محبوب کی اداؤں سے بھی محبت کرے، بصورتِ دیگر دعویٰ محبت کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ قاضی عیاض مالکی بڑے دل نشیں پیرائے میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بات ذہن نشیں رہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے وہ اس کو اور اس ذات کی موافقت اور اس کے اتباع کو اپنی ذات پر لازم کرلیتا ہے، بصورت دیگر وہ اپنے دعوے محبت میں صادق نہیں ہوتا۔۔ محبت کے چند شرائط یہ ہیں:

(۱) اتباعِ محبوب (۲) حکمِ محبوب کی تعمیل (۳) کثرتِ ذکر (۴) اشتیاقِ دید (۵) محبوب کی تعظیم و توقیر (۶) ذکرِ محبوب کی تعظیم (۷) محبوب کی پسند سے محبت -- اہلِ بیتِ رسول سے محبت -- صحابہ کرام سے محبت -- مہاجرین و انصار سے محبت -- اہلِ عرب سے محبت -- حضور ﷺ کی پسندیدہ چیزوں سے محبت --حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے کی فرمائش --حضور ﷺ کا پسندیدہ لباس (۸) محبوب کی ناپسند سے نفرت (۹) محبوب کے دشمن سے عداوت (۱۰) قرآن و حدیث سے محبت (۱۱) اُمّتِ مصطفوی کی خیر خواہی (۱۲) فقر و درویشی کا خوگر ہونا (۱۵) محبوب کو ہر عیب سے مبرّا جاننا--

☆☆☆☆☆☆

صدیق اکبر کا ایمان : سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ مجھے صرف تین چیزیں محبوب ہیں-- (۱) **الجلوس عندك** آپ کے پاس بیٹھنا محبوب (۲) **انفاق مالی علیك** آپ پر مال لٹانا محبوب (۳) **النظر الیك** آپ کی طرف دیکھنا محبوب۔

مطلب یہ ہے محبوب کی محبت کا مرکز آپ کی ذات ہے۔ ہم بیٹھیں تو آپ ہی کے پاس بیٹھیں، دیکھیں تو آپ ہی کا چہرہ دیکھیں، لٹائیں تو سب ہی آپ پر قربان کردیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر چہرۂ محبوب پر جمتی تھی، دیکھا تو دیکھتے رہ گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول پر سب کچھ لٹانا محبوب تھا--آپ نے ایسا لٹایا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت حیرت انگیز ہوگئی--اور جب رسول کے قریب بیٹھنا محبوب ہوا تو اتنا قریب کردیا ہے کہ وہیں روضہ رسول ہے اور روضہ صدیق بھی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فکر اور اپنے

طرزِ عمل سے بتادیا کہ ایمان نام ہے محبت رسول کا۔ اس لئے کہ ایک مومن کو ایمان سے زیادہ کسی چیز سے محبت نہیں ہوتی۔

فاروق اعظم کا ایمان : سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک یہودی اور ایک منافق (ظاہری مسلمان) اپنا مقدمہ لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ (ایک ہوتا ہے کھلا کافر اور ایک ہوتا ہے چُھپا ہوا کافر۔۔ کھلے ہوئے کو کافر کہتے ہیں' چُھپے ہوئے کو منافق کہتے ہیں۔ منافقین نمازوں کے پیچھے بھی چھپے ہیں' اچھی اچھی اداؤں میں بھی چُھپتے ہیں۔ عہد رسالت میں بھی منافق تھے اب ہوں تو کیا تعجب۔ عہد رسالت میں رسول کا کلمہ پڑھتے تھے پھر بھی منافق تھے۔۔ رسول کے پیچھے نماز پڑھتے تھے مگر پھر بھی منافق تھے۔۔ رسول کی صحبت میں بیٹھنے کے بعد بھی منافق تھے۔۔ وہاں سے مالِ غنیمت حاصل کرنے کے بعد بھی منافق تھے) دونوں کا معاملہ ہے۔۔ وہ دونوں ابتداء میں اپنا مقدمہ لیکر فیصلہ کرانے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔۔ اُس وقت منافق نے سوچا کہ حضور ﷺ مسلمان کا نام سُن کر میرے حق میں فیصلہ کر دیں گے۔۔ لہٰذا اس منافق نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں مسلمان ہوں اور یہ کافر ہے۔۔ ہم دونوں کا فیصلہ فرمادیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔ منافق کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ جب فیصلہ پسند نہیں آیا تو اُس کی تجویز یہ واقع ہوئی کہ حضور تو کچھ رحیم الفطرت ہیں۔۔ چلو فاروق اعظم سے فیصلہ کرائیں گے۔ یہودی وہاں کے لئے بھی تیار ہوگیا۔ مختصر یہ کہ یہودی نے یہ کہہ دیا کہ آپ کے رسول نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے۔۔ فاروق اعظم کے لئے تصدیق ہوگئی کہ رسول کی بارگاہ سے یہ فیصلہ ہو کر آیا ہے۔ جب فاروق اعظم نے یہ سُن لیا تو اندر چلے گئے' تلوار لے کر چلے آئے اور تلوار سے اُس منافق کی گردن اُڑادی۔

منافق ہمیں تو فریب دے سکتا ہے مگر فاروق اعظم کو نہ دے سکا اور انھوں نے گردن اُڑا دی۔ شور ہو گیا کہ عمر نے مسلمان کو مارا۔ عمر نے مسلمان کو مارا۔ جس کو مارا تھا وہ نماز پڑھنے والا تھا۔ صحبتِ رسول میں بیٹھنے والا تھا۔ شہادت کا اقرار کرنے والا تھا۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلبی ہوئی۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر فاروق اعظم نے حاضر ہو کر کیا پیاری بات کہی ہے: اے اللہ کے رسول! ہم نے مسلمان کو نہیں مارا ہے۔ ہم نے کلمہ پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کو نہیں مارا ہے۔ ہم نے نماز پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کو نہیں مارا ہے۔ ہم نے آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کو نہیں مارا ہے۔ گویا فاروق اعظم کا تیور بول رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے جو آپ کے فیصلے کو نہ مانے ۔۔ ابھی فاروق اعظم اپنی بات مکمل نہ کر سکے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین آگئے اور آیات قرآنی کا نزول ہونے لگا۔۔ وہی بات جو ابھی فاروق اعظم کر چکے تھے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء) اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

آیت کا پہلا کلمہ یعنی وَرَبِّكَ تمہارے رب کی قسم ۔۔ اس قدر پُر لطف ہے کہ پڑھ کر وجد طاری ہوتا ہے۔ رب نے اپنی قسم فرمائی، مگر اپنا نام نہ ارشاد فرمایا۔ واللہ یا والرحمٰن نہ فرمایا بلکہ اپنا ذکر اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ فرمایا کہ اے پیارے تیرے رب کی قسم ۔۔ اے محبوب ہم کو تمہارے پروردگار کی قسم۔ کیا کلامِ ناز ہے اور کیا نرالا انداز۔ اس ناز والے محبوب کے صدقے، اُن کے رب کریم کے

قربان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ۔ اس طرزِ کلام کا لطف وہ ہی پائے گا جو کہ اس محبت سے آشنا ہو۔ اب فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں تمغۂ ایمان وہ ہی پائے گا جو کہ تمغۂ غلامی رکھتا ہو۔

دُنیا دیکھ رہی ہے فاروق اعظم کی زبان پر قرآن بول رہا ہے۔ یہ فاروق اعظم کی محبت کا فیصلہ تھا۔۔اگر تاخیر کر دیتے تو محبت مجروح ہو جاتی۔ اگر تاخیر کر دیتے تو وہ عقل کا فیصلہ ہوتا، عشق کا نہ ہوتا۔۔مگر انہیں دِکھانا تھا کہ عشق کا فیصلہ نافذ ہو ۔۔ قدرت کے فیصلے نے اس فیصلے کی تصدیق کر دی اور ہم کو بتا دیا کہ عشقِ رسول میں جو کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو پسند کرے گا۔ فاروق اعظم کے طرزِ عمل نے بتا دیا کہ ایمان رسول کی محبت کا نام ہے۔

عثمان غنی کا ایمان : سرکار رسالت ﷺ کی بارگاہ میں ایک صحابی حاضر ہوتے ہیں اور اپنے بچہ کی شادی کے لئے کچھ چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ کبھی کسی کو مایوس نہیں فرماتے۔۔فرمایا کہ عثمان کے پاس جاؤ اور اپنا مدعیٰ پیش کرو۔ جب وہ بارگاہِ عثمان غنی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سیدنا عثمان غنی اپنے ایک غلام کو ڈانٹ رہے ہیں کہ تو نے چراغ کی بتی موٹی کر دی، اگر بتی پتلی ہوتی تو تیل کم جلتا۔ اب یہ سوچ میں پڑ گئے کہ مانگیں یا نہیں مانگیں۔۔مانگے بغیر واپس لوٹ گئے ۔ حضور ﷺ صحابی کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ عثمان کے ہاں گئے یا نہیں ۔۔ صحابی نے عرض کیا کہ حاضر تو ہوا تھا لیکن ہمت نہ ہو سکی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ صحابی جب دوبارہ حضرت عثمان غنی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دوسرے غلام کو ڈانٹ رہے ہیں کہ تو نے دال میں نمک کی ایک کنکری زیادہ کر دی، اگر وہ کنکری بچ رہتی تو دوسرے دن کام آتی۔ وہ حیران تھے کہ اب تو

اُن سے کچھ کہتا ہی نہیں۔ کنکری کنکری کا حساب لیتے ہیں۔ صحابی وہاں سے دوبارہ لوٹ گئے۔ حضور ﷺ نے صحابی سے فرمایا کہ تم نے کہا کہ نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ہمت نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ صحابی تیسری مرتبہ جب حضرت عثمان غنی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحابی نے عرض کیا کہ مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے اور یہ میری ضرورت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی کو اُس کمرے میں لے گئے جس میں مال و اسباب بھرے ہوئے تھے اور کہا کہ جتنا چاہو لے جاؤ۔ فراستِ عثمانی نے سمجھ لیا کہ یہ کیا سوچ رہا ہے۔ تمہیں بتی پر ڈانٹنا یاد آرہا ہے۔۔ کنکری کا حساب یاد آرہا ہے۔ مگر سنو! میرا مال' میری جان' میری کائنات سب چیزوں کے مالک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔۔ میں تو امین و محافظ ہوں۔۔ میں اپنے لئے اس سے زیادہ خرچ کرنا جائز سمجھتا ہی نہیں جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔۔ اور تم کو مالک نے بھیجا ہے' جو چاہو لے جاؤ۔ تم کو رسول نے بھیجا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان نام ہے رسول کو مالک بنا دینے کا۔۔ اپنی جان کا' اپنے مال کا' اپنی ساری کائنات کا۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

علی مرتضٰی کا ایمان: شفا شریف میں قاضی عیاض نے یہ مشہور واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جنگ خیبر کی واپسی میں منزل صہبا پر رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی اسوقت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہو سکے۔۔ سب نمازِ عصر پڑھ چکے ہیں' علی مرتضٰی نے ابھی نمازِ عصر نہیں پڑھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور علی مرتضٰی کے زانوں پر آرام فرمایا۔ اب حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک مشکل مرحلہ پیش آ گیا۔ آغوشِ رسالت کا یہ تربیت یافتہ عظیم امتحان میں مبتلا نظر آ رہا ہے۔

اللہ کا قانون کہہ رہا ہے کہ علی نماز پڑھو۔ اس کا ضابطہ بُلا رہا ہے کہ علی نماز پڑھو
﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (بقرۃ) حفاظت کرو سب
نمازوں کی اور بیچ کی نماز (عصر) کی۔۔ سورج ڈوبنے کی تیاری میں ہے، وقت
جانے کی تیاری میں ہے۔ علی مرتضٰی سوچ رہے ہیں کہ محبوب کو جگائیں یا نہ جگائیں،
اور پھر علی مرتضٰی کے ضمیر نے فیصلہ کیا کہ نماز کی تو میں قضاء بھی کرلوں گا مگر محبت کی
قضاء نہیں ہوا کرتی۔ اِن ہی رسول کے صدقے میں ہمیں یہ نماز ملی تھی تو اس رسول
کے صدقے میں، ہم نماز کو قربان کردیں گے۔

علی مرتضٰی کا فیصلہ ایک اہم فیصلہ ہے۔۔ علی مرتضٰی وہ ہیں جن کے متعلق کہا گیا
ہے **کان دیّان هذه الامة بعد نبيها** اُمّت نبوی میں نبی کے بعد سب سے
بہترین فیصلہ کرنے والے علی مرتضٰی ہیں۔ علی مرتضٰی وہ ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ
نے فرمایا ہے **انا مدينة العلم وعلی بابها** میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ
ہے۔ علی مرتضٰی وہ ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے علی تم میرے نزدیک
ایسے ہو جیسے ہارون، حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھے شرط یہ ہے کہ یہاں نبوت کا
دروازہ بند ہو چکا ہے۔۔ ذرا دیکھو کہ اگر علی مرتضٰی سَر کو ہٹا دیتے اور نماز پڑھ لیتے تو میں
کہہ دیتا کہ عبادت پہلے ہے اور محبت بعد میں ہے۔۔ مگر سیدنا علی مرتضٰی نے سَر کو نہیں ہٹایا
بلکہ نماز چھوڑ دی۔ معلوم ہوا کہ محبت پہلے ہے عبادت بعد میں ہے۔ علی مرتضٰی نے عبادت
کو قربان کر دیا۔ اب سوچ رہے ہیں کہ شاید حضور ﷺ اس پر تنبیہ کریں یا نصیحت
کریں کہ اے علی! تم نے غلطی کی ہے، آئندہ ایسا مت کرنا، اچھا جاؤ قضاء پڑھ لو۔
اگر رسول بھی ایسا فیصلہ کر لیتے تو ہم اُس وقت یہی کہتے کہ رسول کی محبت بعد میں ہے
اور عبادت پہلے ہے۔۔ مگر نہیں، حضور ﷺ اپنے رب العزت کی بارگاہ میں کہتے ہیں کہ
الہ العالمین علی تیرا بندہ، تیرے حبیب کی اطاعت میں تھا، تیرے حبیب کی فرمانبرداری میں تھا،

پھر حضور ﷺ نے دُعا کی تو ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ یہ سورج حضرت علی مرتضیٰ کے لئے پلٹایا جا رہا ہے۔ رسول نے تو گئے ہوئے وقت کو پلٹا دیا۔ گیا ہوا وقت بھی آ گیا۔۔ علی مرتضیٰ نے نہایت تسکین کے ساتھ نمازِ عصر ادا کی۔ اب کیا ضرورت تھی کہ علی مرتضیٰ کے لئے گئی ہوئی عصر کو پلٹایا جائے۔ رسول نے کہا اے علی تیری محبت کا پتہ چل گیا تو محبت میں کامیاب۔ یہ سونے والا رسول غافل نبی نہیں تھا' اُس کی آنکھیں سُو رہی تھیں مگر دِل جاگ رہا تھا۔ رسول نے نیند کو طویل کر دیا تا کہ علی کا امتحان مکمل ہو جائے۔۔ تا کہ قانون بن جائے۔۔ ضابطہ مکمل ہو جائے اور اس کے بعد سرکار رسالت ﷺ نے سورج کو پلٹا کر کہا اے علی تو نے میری محبت میں نماز چھوڑی ہے اُسے قضاء نہ پڑھاؤں گا بلکہ ادا پڑھ واؤں گا چاہے سورج کو پلٹانا پڑے' ورنہ میری محبت بدنام ہو جائے گی۔ حضور ﷺ کی محبت قضاء نہیں پڑھاتی ادا پڑھاتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کے سَر کو ہٹائیں گے تو محبت مجروح ہو گی اور وہ فیصلہ کر چکے تھے۔ تم سمجھتے ہو کہ محبت اور عبادت کا جھگڑا تھا۔۔ ہرگز نہیں۔۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبت' عبادت کا جھگڑا نہ تھا۔ ایک طرف ایمان تھا اور ایک طرف عمل۔ سوچا کہ اگر محبت گئی تو ایمان ہی چلا جائے گا تو پھر عبادت کہاں سے ملے گی۔۔ لہذا ایمان کو مت جانے دو۔ عبادت کے مقابلہ میں ایمان کی اہمیت ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرزِ عمل نے بتا دیا کہ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(امام اہلسنت فاضل بریلوی)

خلفائے راشدین کے طرزِ عمل' قرآن کریم کی شہادت اور حدیث پاک کے ارشاد کی روشنی میں یہ فیصلہ بالکل مضبوط اور محکم فیصلہ ہے کہ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

(ماخوذ: محبتِ رسول روحِ ایمان' مدنی خطبات' خطبات برطانیہ)

☆☆☆☆☆☆

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان ہے

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء/۵۹) اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا﴾ (النساء/۸۰)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کے واسطہ سے کی جائے۔ اطاعت الٰہی کے لئے اطاعت رسول شرط ہے کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خُدا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی تفہیم وترجمانی کے لئے رسول کے اقوال واعمال وکردار کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن تو کتاب صامت ہے اور رسول قرآن ناطق ہیں۔ کتنا کھول کر بتا دیا کہ اللہ کا مطیع وہی ہے جو اس کے رسول کا مطیع ہو۔ لاکھ دعویٰ کرے اطاعت رسول اور اتباع قرآن کا وہ جھوٹا ہے جب تک رسول کریم کی سنت کا پابند نہ ہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ یہ شرک کی تعلیم ہے۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اُسی طرح خُدا مان لیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا مان لیا، تب حضور ﷺ کی تائید اور اُن مَردودوں کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن، روح المعانی وغیرہا)

روح المعانی نے فرمایا کہ منافقین نے حضور ﷺ کو مشرک کہا اور بولے کہ حضور

فرماتے تو یہ ہیں کہ غیر خُدا کی عبادت نہ کرو اور خود معبود بننا چاہتے ہیں۔

آج جن لوگوں کو حضور ﷺ کی تعریف و تعظیم میں شرک نظر آتا ہے وہ حضور ﷺ کی تعریف پر شرک کے فتوے دیتے ہیں' یہ بیماری آج کی نہیں بلکہ بڑی پرانی اور موروثی ہے یہ بیماری زمانہ نبوی میں منافقین کو بھی تھی جو اِدھر منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بیماری سے بچائے۔ (آمین)

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب/۷۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (المائدہ/۹۲)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی' اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی' اور ڈرتے رہو' پس اگر منہ پھیرو تم' تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنزالایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو' پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (نورالعرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی' اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاء القرآن)

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمائیے' اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی' پھر اگر تم نے

رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمہ اتنا ہے جواُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کروگے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچادے۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (التغابن /۱۲)

اور اطاعت کرو اللہ تعالی کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کو حکم دیا ہے۔

﴿وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (التوبہ/۶۲) اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرمادیا اور انکے تمام کاموں پر مطلع کردیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضاجوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کردیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ یُّحَادِدِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا﴾ (التوبہ/۶۳) جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ يُخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا' پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت عبادت کو مکمل کر دیتی ہے شرک نہیں' ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے ومن كان هجرة الى الله ورسوله۔۔۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظمہ چھوڑ کر عرش اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے' حج' جہاد' زیارت مدینہ منورہ' طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا' یہ اللہ و رسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات/۱) اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے' تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے بقر عید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر لی اور بعض صحابہ کرام' رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کر دیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ ان حضرات نے

حضور ﷺ پر پیش قدمی کی' تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی' یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا' اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ ....﴾ (الاحزاب/۲۹) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔ جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دور ہوا' وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۵۹) اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ

کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

﴿اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ﴾ (الاحزاب/۳۷) اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا﴾ (الاحزاب ۳۳/ ۳۶) اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرمادیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہو اپنے اس معاملہ میں۔۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کردیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴) اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ ۹/۳۰)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار رسول اعظم و اکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (النساء/۱۴۹) وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کر دیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان بلکہ جانِ ایمان

ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے' ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلایا کہ اول جزء میں اللہ آخر میں آیا (لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور دوسرے جزء میں محمد اول ہے۔۔تاکہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ' رسول کے ذکر' اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کُفر' اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا' اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس و کمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو ماننے اور رسُول کی عظمت' اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے' یا ہلکا اور غیر اہم جانے' یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے ۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس و کمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا' یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ایمانِ کامل

محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر بات میں سچا جاننا' حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے۔ جو اس کا مقر ہوا اُسے مسلمان جانیں گے جب کہ اُس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دِل میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو۔ اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگویوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں' جو کچھ دے اللہ کے لئے دے' جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے' اس کا ایمان کامل۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ** جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکے رکھا تو واقعی اس نے ایمان مکمل کر لیا (احکام شریعت)

ایمان کی قدر و قیمت:

جب تک نبی کریم ﷺ کی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گذارے سب بیکار و مَردود ہے۔ بہت سے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ اُن میں بہت وہ ہیں کہ **لاالہ الا اللہ** کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے بغیر کیا فائدہ؟ بارگاہ الٰہی میں اصلاً قابل قبول نہیں' اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان/۱) جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔

﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ (الغاشیہ/۴) عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلا کیا ہوگا، یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے (والعیاذ باللہ)

محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدارِ ایمان و مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہے۔ (تمہید ایمان)

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں (۱) محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور (۲) آپ کی محبت کو تمام جہان پر مقدم رکھنا۔

اس کی آزمائش کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے تعظیم و عقیدت اور محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے باپ، استاذ، اولاد، بھائی، پیر اور تمہارے مولوی، حافظ، مفتی، واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد ---- جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں اُن کی عظمت، اُن کی محبت کا نام نشان نہ رہے، فوراً اُن سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ اُن کی صورت، اُن کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو نہ اُس کی مولویت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا۔ جب یہ شخص انہی کی شان میں گستاخ ہوا، پھر ہمیں اُس سے کیا علاقہ رہا۔

اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اُس کی بات بنانی چاہی اُس نے حضور ﷺ سے گستاخی کی اور تم نے اُس سے دوستی نباہی یا اُسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اُسے بُرا کہنے پر بُرا مانا، یا تمہارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ، اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔

جس کے دِل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی اور جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں --- وہ اُن کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت کرے گا اگرچہ اُس کا پیر یا اُستاد یا پدر یا دوست ہی کیوں نہ ہو۔ (تمہید ایمان)

عالم کی عزت تو اس بناء پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے۔ عالم کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی ہے۔ نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو۔۔ اور جب گمراہی پر ہے تو شیطان کا وارث ہے۔ اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء پھر اُس کا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو' اُسے عالمِ دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم جان کر اس کی تعظیم۔

افسوس ہے اس ادّعائے مسلمانی پر کہ اللہ و رسول (جل وعلاء ﷺ) سے زیادہ استاد کی وقعت ہو' اللہ و رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دُنیا میں کسی کی محبت ہو۔ (تمہید ایمان)

عقیدہ کی پختگی :

نجات منحصر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ایسا پختہ ہو کہ آسمان و زمین ٹل جائیں اور وہ نہ ٹلے' پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو' مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ تمام روئے زمین کے آدمی بخش دیئے گئے مگر ایک شخص' تو میں خوف کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔۔ اور اگر ندا کی جائے' روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں' سوائے ایک آدمی کے' تو میں اُمید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔۔ خوف و رجا (امید) کا مرتبہ ایسا معتدل ہونا چاہیئے (الملفوظ)

ایمان اور عمل:

الحمدللہ ہمارا دین اسلام ہے اور ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ جاننا چاہیئے کہ دینِ اسلام میں عقائد جڑ ہیں اور اعمال شاخیں۔ جس طرح درخت کی جڑ کٹ جائے یا خراب ہو جانے سے شاخیں مُرجھا کر فنا ہو جاتیں ہیں اسی طرح عقائد کے نہ ہونے یا بگڑ جانے سے اعمال خراب و برباد ہو جاتے ہیں اس لئے اعمال سے پہلے عقائد کا صحیح و درست ہونا بہت ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی حفاظت اور شریعت کی پیروی دین کا علم حاصل کیئے بغیر ممکن نہیں ۔۔ اسی لئے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا 'علم دین سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے' (مسند امام اعظم)

قرآن کریم نے ایمان کو تمام اعمال کی اساس قرار دیا ہے۔ اعمال' عبادات' شریعت کی پابندی یہ سب ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں' نہ ایسے شخص کو مومن و مسلم کہا جا سکتا ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کا اعلان کیئے بغیر احکام اسلام کی پابندی کرتا ہو یا وہ ایمان کا دعویدار تو ہو لیکن نص قطعی سے ثابت شدہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو' مثلاً فرض عبادات میں سے کسی ایک کا انکار کرے' قرآن کی کسی آیت یا کسی حرف کا انکار کرے یا اس کے بیان کردہ احکام و واقعات میں سے کسی کا انکار کرے یا اُن کو مشکوک جانے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب کا منکر ہو' یا آپ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حرام و حلال قرار دیا اُن میں سے کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ایمان تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کا نام ہے اور کسی ایک چیز کے انکار سے کم یا ناقص نہیں بلکہ رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ

ایمان میں عمل ہے۔۔عمل میں ایمان نہیں۔ جیسے ایمان میں ڈاڑھی ہے' ڈاڑھی میں ایمان نہیں ہے کیونکہ بہت سے کفار اور بد مذہب بھی ڈاڑھی رکھتے ہیں بلکہ سکھ مذہب میں ڈاڑھی رکھنا مذہبی علامت ہے۔ بہر حال ایمان پر تمام اعمال کا دارومدار ہے کہ قرآن کریم نے ہر جگہ' اعمال صالحہ کی تاکید یا اُس کی جزاء کو بیان کرتے ہوئے' ایمان کی شرط ضرور لگائی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (النحل/ ۹۷) جو نیک کام کرے' مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو ضرور ہم اُسے زندہ رکھیں گے' پاکیزہ زندگی کے ساتھ اور ہم انہیں ضرور صلہ دیں گے ان کے بہترین کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔

﴿وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴾ (الکہف/ ۸۸) اور جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیئے تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اُسے اپنا ایسا حکم دیں گے جس کی تعمیل آسان ہو گی۔

﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾ (طٰہٰ/ ۷۵) اور جو اس (اللہ) کے پاس مومن ہو کر آئے کہ اس نے نیک کام کیئے ہوں تو ایسے ہی لوگوں کے لئے بلند درجے ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ (القصص/ ۸۰) اور اُن لوگوں نے کہا جنہیں علم دیا گیا' تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہت اچھا ہے۔ اس کے لئے جو ایمان لایا اور اُس نے نیک عمل کیئے اور یہ نعمت انہی کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

ان آیات سے دونوں باتیں واضح ہیں کہ ایمان کا ثمر و فائدہ اعمال صالحہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور اعمال صالحہ ایمان ہی کے ذریعہ مفید و مقبول ہیں۔۔ بغیر

ایمان کے اعمال کے پہاڑ بھی بنا دیئے جائیں تو راکھ ہیں۔ قرآن نے ایمان سے محروم افراد کے کاموں کی مثال 'راکھ' سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اُڑا اُڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور اُن کا کوئی وجود نہیں رہتا۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف/۱۴۷) اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا' اُن کے سب عمل ضائع ہو گئے' انہیں وہی بدلہ ملے گا جو وہ کرتے تھے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۚ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ (ابراہیم/۱۸) اپنے رب کے منکروں کا حال ایسا ہے کہ اُن کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے کہ اس پر تیز آندھی کے دن ہوا کا سخت جھونکا آیا' اپنی ساری کمائی (اعمال) میں سے کسی چیز پر بھی وہ قدرت نہ پا سکیں گے' یہی دُور کی گمراہی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۚ حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (النور/۳۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا' اُن کے (نیک) اعمال ہموار زمین میں چمکتے ہوئے ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اُسے کچھ (بھی) نہ پایا اور اُس نے اپنے قریب اللہ کو پایا تو اللہ نے اُس کا حساب پورا پورا کر دیا اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

علم و ایمان :

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ کو صرف سچا نبی جان لینے کا نام ہی ایمان نہیں' بلکہ دل سے اس کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ علم اور

تصدیق دو مختلف چیزیں ہیں۔ تصدیق سے مُراد اذعان اور قبول کر لینا ہے۔ حقیقت میں دل' رنگِ قبول سے رنگا جاتا ہے اور نورِ یقین سے منوّر ہو جاتا ہے۔ علم صرف جاننے کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ سب پر ظاہر ہیں اور ہمیشہ ظاہر' سب پر تو اِس طرح ظاہر کہ اُن کو مسلمان جانیں' کافر پہچانیں۔۔ تمام کفارِ عرب علی الخصوص یہودی تو حضور ﷺ کو سچا نبی جانتے تھے اور یہ علم اتنا مضبوط تھا جیسے کہ وہ اپنے بیٹے کو پہچان رہے ہیں ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ حضور ﷺ کی معرفت کو بیٹے سے مثال دی نہ کہ باپ سے' اس کی تین وجہ ہیں۔ بیٹا اپنے باپ کو صرف لوگوں سے سُن کر جانتا ہے بلا دلیل' مگر باپ اپنے بیٹے کو اپنے نکاح' قرارِ حمل' ولادت وغیرہ دلائل سے جانتا ہے۔ کفار بھی حضور ﷺ کو دلائل سے پہچانتے تھے نہ فقط سُن کر۔۔ نیز بیٹا دُنیا میں آ کر باپ کو پہچانتا ہے مگر باپ ولادت سے پہلے ہی' کفار بھی حضور ﷺ کو ولادتِ پاک سے پہلے ہی جانتے تھے اور اُن کی آمد کی دعائیں مانگتے تھے' نیز بچہ دُنیا میں آ کر فوراً نہیں پہچانتا بلکہ سمجھ دار ہو کر' مگر باپ بیٹے کو اوّل سے ہی جانتا ہے۔ حضور ﷺ کو بچپن سے ہی سارا عالم جانتا تھا کہ پہاڑ سلام کرتے تھے' حجر خوشخبریاں دیتے تھے' درخت سایہ کے لئے جھکتے تھے' چاند باتیں کرتا تھا' کفار آپ کی نبوت کی گواہیاں دیتے تھے۔۔ غرضکہ حضور ﷺ کو کفار ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ حضور ﷺ کے پیدا ہونے کی خبریں' آپ کی صورت وسیرت' عادات وخصائص' نام ونشان' مقام پیدائش۔۔ یہودیوں کے کتابوں میں لکھا تھا۔ اُن کی زبانوں پر جاری تھا۔ بہت سے یہودی اسی انتظار میں دُنیا کے مختلف ممالک سے اُٹھ کر مدینہ پاک میں آباد ہو گئے تھے اور اپنی عمریں اسی شوق میں گذار دیں اور مرنے سے پہلے اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتے رہے کہ اگر نبی آخر الزماں تشریف لائیں تو ہمارا اسلام پہنچاؤ۔ ہمارے اسلام لانے کی خواہش کا اظہار کرو۔۔ یہود سے بڑھ کر

حضور ﷺ کے متعلق کسی دوسرے فرقے کو علم نہ تھا مگر جب نبوت کا آفتاب جہاں تاب طوع ہوا یہودیوں کی شقاوت ازلی نے اُن کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے اور حسد وعناد سے حقیقت حال کو نہ پاسکے۔ کفر وانکار کے گڑھوں میں گر گئے اور نجات کی ساری راہوں سے محروم ہوگئے۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ علم وعقل بجز عنایتِ الٰہی اور ہدایتِ خداوندی کے کسی کام نہیں آتے۔۔اور اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ۔۔انھوں نے ظلماً انکار کردیا غرور وحسد سے گمراہ ہوگئے حالانکہ اُن کے دل یقین کر چکے تھے۔ **فنعوذ بالله من علم لاینفع وقلب لایخشع** ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے اور اُس دِل سے جو اللہ سے نہ ڈرے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایمان کی حقیقت قلبی تصدیق کا دوسرا نام ہے۔ تصدیق قلبی تو ایک ہی ہوا کرتی ہے اس میں عدد کا دخل نہیں۔۔تو پھر ایمان میں کمی وبیشی بھی نہیں ہوسکتی **وهو لایزید ولا ینقص** کیونکہ کمی وبیشی بھی تو ایک عدد ہے جس میں کثرت وتعدد پائی جاتی ہے۔ اگر تصدیق کے باوجود اعمال کو بھی داخل ایمان کرلیا جائے تو پھر عمل کی زیادتی اور کمی کو بھی ایمان پر اثر انداز ہونا ماننا پڑے گا' چونکہ ایسا نہیں۔۔پس یہ بات بھی نہیں۔۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول **وهو لایزید ولا ینقص** بلا اشکال واشتباہ درست ہے۔ حقیقت میں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔

ایمان کی کیفیت :

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ

سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایمان کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ: جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی بُرائی غمگین کرے تو تم مومن ہو (یعنی نیکی میں لذت اور بُرائی سے نفرت علامتِ ایمان ہے)۔

عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے؟ فرمایا: **اذا حاك فی نفسك شیء فدعه** جو چیز تمہارے دل میں چبھے اُسے چھوڑ دو۔ (احمد)

الاثم حاك فی الصدر وخشیت ان یطلع علیه الناس گناہ وہ ہے جو دل میں چبھے (محسوس ہو) اور لوگوں پر ظاہر ہونے سے خوف ہو۔

ہمیں اپنے ایمان کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہم کو نیکی میں کس قدر لذت اور بُرائی سے کس قدر نفرت ہو رہی ہے۔ قلبی کیفیات کا جائزہ لیں۔

گنہگار بس گنہگار ہے کافر نہیں

گناہِ کبیرہ سے ایمان ساقط نہیں ہوتا:

عقیدہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا' جب کہ وہ گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام جانے۔

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' اس کی بخشش کی دُعا کی جائے گی۔ اگر کسی نے اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو وہ سب مسلمان گناہ گار ہوں گے جو موت کی اطلاع پانے کے باوجود بغیر نمازِ جنازہ دفن کر دیئے۔

ایمان کی اصل تصدیقِ قلبی ہے اور اعضاء کے اعمال ایمان کی حقیقت میں شامل نہیں' لیکن بغیر اعمال صالحہ کے ایمانِ کامل نہیں ہوسکتا بلکہ ناقص ہے اور کسی چیز کا ناقص ہونا اُسے بالکل معدوم نہیں کرسکتا بلکہ اُس کو درجہ کمال سے گرا دیتا ہے۔ اس

سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کبیرہ گناہ مومن کو ایمان سے محروم نہیں کر سکتا' لیکن کامل ایمان نہیں رہتا۔ گناہ و فسق انسان کو کافر نہیں بناتے لیکن گناہ گار بنا دیتا ہے۔ یہ بات تسلیم کرنا ہوگی کہ مومن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو مطیع و فرمانبردار ہیں وہ مومن کامل کہلاتے ہیں۔۔ دوسری قسم کے مومن عاصی و بدکردار ہیں' وہ مومن ناقص ہوتے ہیں۔ فاسق و عاصی کو قرآن نے مومن کے خطاب سے مخاطب کیا ہے اور اُن پر اسلام کے سارے احکام نافذ و جاری ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے صحابہ' گناہ گار فاسقوں کی نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے ہیں اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے رہے ہیں' اُن کے واسطے دُعا و استغفار کرتے رہے ہیں۔ مومن گناہ کبیرہ کرنے والے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے خواہ وہ بلا توبہ ہی مَر گئے ہوں۔۔ قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ تو دین کے منکروں اور کافروں کے لئے ہی ہے۔ گناہ گار اور مرتکبانِ کبائر اگر توبہ کے بغیر مَر گئے تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں دوزخ میں رکھے گا پھر معاف کر دے گا اور جنت میں داخل کر دے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔۔ ایسا شخص آخرکار جنت میں جائے گا' خواہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُسے معاف فرما دے یا حضور ﷺ شفاعت فرما دیں' یا اولیاء اللہ' شہداء' علماء' حفاظ' حجاج' صالحین اور نابالغ بچے جو مَر گئے ہیں اُن سب کی شفاعت اس کے حق میں ہو سکتی ہے۔ شفاعت سے گنہگار جہنم سے نکالے جائیں گے' عذاب میں کمی ہوگی' درجات بلند ہوں گے۔

ایمان ایک گوہرِ نایاب ہے اُس کو کامل اور اکمل رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق کی بے حد ضرورت ہے۔ ایمان ایک ایسی دولت ہے جو نہ صرف اس جہان میں کام آتی ہے بلکہ آخرت میں بھی کام آئے گی اور انسانی نجات کا سارا دارومدار ایمان اور عملِ صالح پر ہے لیکن عملِ صالح اُس وقت تک بارگاہِ رب العزت میں قابل قبول نہیں

جب تک کہ انسان پہلے صاحبِ ایمان نہ ہو' پھر ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد اس کی استقامت ضروری ہے۔ ایمان کی اصل قدر و قیمت کا اندازہ انسان کو اِس دنیا سے جانے کے بعد عالمِ برزخ میں ہوتا ہے کیونکہ مابعد زندگی کا سارا تعلق ایمان' صالح اعمال اور عشق رسول ﷺ سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں گناہوں کی بچنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حلاوتِ ایمان عطا فرمائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

وَصَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

امام حسین اور یزید: حضرت محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ کے قلم کا شاہکار۔۔حامیان یزید کے سامنے یزید کا حقیقی چہرہ بے نقاب کر دیا گیا ہے۔ یزیدی فتنہ کے خلاف مبارک قلمی جہاد۔

علی مرتضیٰ اور خلفائے راشدین: حضرت محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے اسلام کے نظامِ سیاست پر بحث کی ہے۔کتاب میں ایسے واقعات بھی ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے معتمد علیہ مشیر اور اُن کی مجلسِ مشاورت کے رکن رکین رہے۔اس کے علاوہ آپ کو اقوالِ علی سے ایسے نمونے بھی ملیں گے جن سے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں غایت احترام و عقیدت کا پتہ چلے گا۔

اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب: دین اور اقامتِ دین

اسلام کا نظریہ الہٰ اور مودودی صاحب

علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کی معرکۃ الاراء تصانیف

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ایک کتاب 'قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں' تالیف کی ہے جس میں الہٰ، رب، عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحیں قرار دیتے ہوئے اُن کا ایک اور نیا مفہوم پیش فرمایا ہے۔تفسیر بالرائے کی بنیادی غلطی کرتے ہوئے مودودی صاحب نے تحریف قرآنی کے شیعی عقیدہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔حضور شیخ الاسلام کے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کے اندر پیش کردہ اعلیٰ معیار تحقیق، شرح و توضیح کا اچھوتا اور دل پذیر انداز اور مطمئن کر دینے والے طریق استدلال سے جہاں حضرت مصنف کے تبحرِ علم، اسلامی علوم کے مختلف شعبوں پر وسیع و عمیق نظر اور سلف سے کامل طور پر علمی و اعتقادی وابستگی کا پتہ چلتا ہے وہیں مودودی صاحب کی اصل حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر بے محابا تنقید کرنے والا انسان خود علمی اعتبار سے کتنا کوتاہ قد ہے۔

مطبوعات شیخ الاسلام اکیڈمی

کتاب	قیمت
رسول اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات	۱۸/
اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب	۴۵/
اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب	۴۰/
دین اور اقامت دین	۵۵/
محبت رسول روحِ ایمان	۲۰/
امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ	۱۰/
فضیلت رسول ﷺ	۲۰/
رحمت عالم ﷺ	۱۲/
حقیقتِ نور محمدی ﷺ	۲۰/
محبت اہلبیت رسول ﷺ	۲۰/
شیعوں کے گیارہ اعتراضات	۱۰/
سیدنا امام حسین اور یزید	۱۰/
سیدنا علی اور خلفائے راشدین	۱۰/
عورتوں کی نماز	۲۵/
صحیح طریقہ غسل	۲۵/
جادو کا قرآنی علاج	۵/
طریقہ فاتحہ	۱۰/
آیات شفاء	۵/
بنک انٹریسٹ اور لائف انشورنس	۱۰/
سلام پڑھنے کا ثبوت	۵/
وقفہ تراویح اور ثبوت تسبیح	۵/
فتاویٰ نظامیہ	۵/
تبلیغی جماعت کا پُر اسرار پروگرام	۵/

کتاب	قیمت
حقیقت شرک	۵۰/
سُنّت وبدعت	۲۵/
عورتوں کا حج وعمرہ	۴۰/
گناہ اور عذاب الٰہی	۲۵/
اسلامی نام	۱۵/
مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی	۲۰/
جماعت اہلحدیث کا فریب	۸/
جماعت اہلحدیث کا نیا دین	۲۵/
جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب	۱۵/
اللہ تعالیٰ کی کبریائی	۲۵/
توبہ واستغفار	۲۰/
شیطانی وسواس کا علاج	۲۵/
فضائل لَا حَولَا وَ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ	۲۵/
اہلحدیث اور شیعہ مذہب	۱۲/
نماز جنازہ کا طریقہ	۸/
احکام میت	۲۰/
قربانی اور عقیقہ	۲۰/
عبدیت مصطفیٰ ﷺ	۲۵/
قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی	۱۰/
علم غیب	۵/
محبت رسول شرطِ ایمان	۲۰/
عرس کیا ہے؟	۵/
Durood Shareef	۳۵/

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

Printed by : SHALIMAR PRINTERS, Hyd. Ph. : 55712444 Cell : 9885449217